بحث و نظر

سر ڈھانپنے کا مسئلہ

جناب مولانا سید محمود حسن صاحب

محترم محمد امین صاحب نے ماہ اپریل ۱۹۸۲ء کے ترجمان القرآن میں میرے مضمون "ایک فراموش شدہ سنت" پر تنقید کی ہے۔ میں نے اسے غور سے پڑھا ہے، اُن کی اصولی باتوں سے مجھے کسی حد تک اتفاق ہے، میں ان باتوں سے ناواقف نہیں ہوں۔ لیکن تمام معاشرتی اُمور پر اُن کے انطباق میں ان سے خلط مبحث ہو گیا ہے۔

فاضل تبصرہ نگار نے پیراگراف نمبر ۳ میں جو دیہی معاشرے کی مثال دی ہے۔ وہ زیر بحث مسئلہ سے بالکل غیر متعلق ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ زمین کی آباد کاری کے لیے اس میں ہل چلانا ناگزیر ہے، جس کے سر میں تھوڑی سی بھی عقل ہو وہ نہ اس بحث میں پڑ سکتا ہے کہ ہل کس نوعیت کا ہونا چاہیے اور نہ وہ یہ بات کہہ سکتا ہے کہ دیسی ہل چلانا چاہیے، اور انگریزی ہل یا ٹریکٹر سے زمین میں ہل چلانا ممنوع ہے۔

اگر ہم سر پر عمامہ باندھنے کی احادیث اور روایات کا یہ مطلب لیتے کہ "لازماً اسی طرز کی پگڑی باندھی جائے یا اسی طرز کی ٹوپی پہنی جائے جو آج سے چودہ سو سال پہلے دورِ نبوی میں پہنی جاتی تھی، پگڑی کا رنگ اور طول و عرض بھی وہی ہونا چاہیے جو اُس عہد میں تھا۔" تو اُن کا اظہارِ اختلاف معقول ہوتا۔ اس صورت میں وہ زمین میں ہل چلانے کی مثال دے کر یہ فرماتے کہ "ان احادیث سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدمی کو ننگے سر نہ رہنا چاہیے"، نہ کہ ایک مخصوص دور کی پگڑی ایک خاص وضع کے ساتھ سر پر باندھنے کا مطالبہ ہے، حالانکہ اس کے برعکس ہم نے ان احادیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے

کہ آدمی کو برہنہ سر نہ رہنا چاہیے۔ وہ اپنے دَور کے تمدنی اور مُلک کے موسمی حالات کے مطابق پگڑی، ٹوپی یا کسی اور چیز سے اپنے سر کو ڈھانپے۔ بالکل اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث سے اسلامی تہذیب کا یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ "آدمی کو ننگے سر نہ رہنا چاہیے"۔

اس سلسلے میں حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ نے جو رویّہ اختیار کیا تھا اُس کی روح وہ ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ سلف میں سے کسی نے بھی ہمیشہ ننگے سر رہنے کو پسند نہیں کیا۔ جس کو دین کے معاشرتی مزاج کا تھوڑا سا شعور ہو وہ یہ کہنے کی جسارت نہیں کرے گا کہ جس شخص کے سر پہ فلاں رنگ کی اور اتنی لمبی پگڑی نہ ہو اور اُس کے شملے کا طول اتنا نہ ہو اور اُس کے رکھنے کی جگہ فلاں نہ ہو وہ تارکِ سنّت اور گناہ گار ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ حضورؐ سے بہت زیادہ قلبی لگاؤ کی بنا پہ اسی طرح عمامہ باندھنے کو اپنے لیے پسند کرے اور اُسے مسنون قرار دے۔

فاضل تبصرہ نگار نے پیراگراف نمبر ۴ میں فرمایا ہے:

"بالکل اسی طرح کا مسئلہ لباس کا بھی ہے۔ یہاں شریعت کو مطلوب یہ ہے کہ آدمی اپنا ستر ڈھانپے، اُس کا لباس ایسا ہو کہ موسم کی شدتوں سے محفوظ رکھے، اُس کی مالی حالت کے مطابق ہو اور اس کے انسانی شرف و وقار کے مناسب ہو۔ لیکن اس سے بڑھ کر شریعت ہمیں یہ نہیں بتلائے گی کہ ہم تہبند پہنیں یا شلوار، اور پاجامہ بہتر ہے یا پتلون، اور سر کو ڈھانپیں یا ننگا رکھیں اور یا پھر سر پہ ٹوپی رکھیں یا عمامہ، اور اس طرح قمیص پہنیں یا بش شرٹ، اور بازو کھلے ہوں یا بند، ان چیزوں میں شرعی حکم تلاش کرنا عبث ہے"۔

یہاں دو باتوں کو آپس میں خلط ملط کر کے جو نتیجہ نکالنے کی کوشش کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اسلام نے ایک ہدایت دی ہے کہ جسم کے نچلے حصّے کو — ناف سے ٹخنوں تک — برہنہ نہ رہنا چاہیے۔ اس ہدایت کو ملحوظ رکھ کر آدمی اپنے تمدنی اور موسمی حالات کے مطابق جو چیز بھی پہن لے جائز ہے، چاہے وہ پاجامہ ہو یا شلوار یا کوئی اور چیز۔ اسی طرح اسلام نے دوسری ہدایت یہ دی ہے کہ آدمی کو ننگے سر نہ رہنا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ وہ کس چیز سے اپنے سر کو ڈھانپے تو اس سلسلے میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ خدا جانے فاضل تبصرہ نگار نے سر پہ عمامہ باندھنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے تعامل اور کثیر روایات کے باوجود

یہ اصول کہاں سے اخذ کیا ہے کہ سر کو ڈھانپنے یا ننگے رکھنے کے متعلق شریعت نے کچھ نہیں بتایا۔

پیراگراف نمبر ۵ میں افعال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہماری بات کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ ہم نے یہ فتویٰ تو نہیں دیا کہ ننگے سر رہنا حرام ہے اور جو شخص برہنہ سر رہتا ہے وہ فاسق ہے، اس بنا پر کہ وہ "واجب" کا تارک ہے۔ معلوم اور معروف بات ہے کہ "وجوب" اور "اباحیت" کے درمیان ایک اور درجہ بھی ہے جو "مندوب" کہلاتا ہے اس پر بھی "سنت" کا اطلاق ہوتا ہے۔

پیراگراف نمبر ۷ میں اُن کے استدلال نے عجیب رُخ اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "حضورؐ اور آپ کے صحابہ عمامہ باندھا کرتے تھے اور اُن روایات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؐ نے اُمت کو عمامہ باندھنے کی تلقین کی ہے یا سر ڈھانپے رکھنے کا حکم دیا ہے"۔ استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تو حجت ہے لیکن آپ کا فعل حجت نہیں ہے۔ حالانکہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی سے استدلال کیا جاتا ہے، اُسی طرح آپ کے افعال سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے، بلکہ "تقریر" بھی حجت ہوتی ہے۔ "تقریر" کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا گیا ہو اور آپ نے منع نہ فرمایا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سر پر عمامہ باندھنے کے بارے میں جو احادیث اور روایات منقول ہیں، فاضل تبصرہ نگار کے نزدیک ان کی توجیہ یہ ہے "صرف اتنی سی بات سے کہ حضورؐ یا آپ کے صحابہ عمامہ باندھتے تھے یا ٹوپی پہنتے تھے، لازم نہیں آتا کہ ننگے سر نہ رہنا چاہیے اور سر ڈھانپنا چاہیے۔ کیونکہ حضورؐ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تم عمامہ باندھا کرو، معاشرت میں شریعت نے آزادی دی ہے، اس بنا پر اگر لوگوں نے ننگے سر رہنے کو اپنا عرف بنا لیا ہے تو یہ شرعی لحاظ سے مقبول ہونا چاہیے"۔

ان روایات کی یہ توجیہ اور تاویل کسی امام، فقیہ و محدث نے اختیار نہیں فرمائی۔ دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ ننگے سر رہنے کی وبا مغربی تہذیب کی ایک لہر ہے، جس سے ہماری نسل متاثر ہو رہی ہے بلکہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ دانایانِ فرنگ نے ملتِ اسلامیہ سے انتقام لینے کے لیے جو اسکیم تیار کی تھی اور جس گہری سازش کی تخم ریزی کی تھی اب اُس کی فصل پک چکی ہے۔ یہ امرِ واقعہ ہے کہ اُن کی تہذیب نے ہمارے اجتماعی اور معاشرتی اداروں کو ہلا کر رکھ دیا ہے،

مغرب سے نازل ہونے والی ہر بے ہودگی کو اب ہم شرح صدر کے ساتھ قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ملت اسلامیہ کی سخت جانی بھی ایک حقیقت ہے، اس بنا پر فریقین کے درمیان شدید مزاحمت برپا ہے اور سرد جنگ بڑے زور سے چھڑی ہوئی ہے۔ اگر اسی طرح شریعت کے مزاج کی مرمت جاری رہی تو پھر مغرب کی بہت سی خرابیوں کو اباحیت کا لبادہ پہنانا پڑے گا۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے شہروں میں نہ صرف یہ کہ مرد ننگے سر رہتے ہیں بلکہ خواتین نے بھی ننگے سر رہنے کو اپنا عرف بنا لیا ہے۔ ہم اسلامی قوانین کی تدوین نہیں کر رہے اور نہ یہ بتاتے چلے ہیں کہ جو شخص ننگے سر رہے گا وہ فاسق و فاجر ہے اور جو شخص ایسا کرے اُسے اتنے کوڑے رسید کیے جائیں گے، بلکہ اسلام کے معاشرتی مزاج سے جو ہدایات ملتی ہیں، ہم اُن کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ یہاں مغربی تہذیب اب پورے جوش و خروش سے حملہ آور ہو چکی ہے، قدیم روایات کو بڑی بے جگری اور تیز رفتاری کے ساتھ پامال کیا جا رہا ہے، آج کل ولیمہ اور دوسری تقریبات میں لوگ کھڑے ہو کر بلکہ چل پھر کر کھانا کھانے لگے ہیں، اس بدتہذیبی کو بھی استدلال کا اسلحہ دے کر مباح اور جائز ٹھیرایا جا سکتا ہے، بلکہ ٹھیرایا جا رہا ہے۔

ہمارے نزدیک ان احادیث کی صرف دو توجیہیں ہیں۔

۱۔ سر پر پگڑی باندھنا اور ٹوپی پہننا مسنون ہے۔ اس کی تائید حسب ذیل روایات سے ہوتی ہے،

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَیْہِ عِمَامَۃٌ سَوْدَاءُ قَدْ اَرْخٰی طَرَفَیْھَا بَیْنَ کَتِفَیْہِ۔ (مشکوٰۃ عن عمرو بن حریث بحوالہ مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی، آپؐ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی اُس کا شملہ آپ نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری[1] نے طیبی کے حوالہ سے بتایا ہے کہ:۔

جمعہ کے دن اچھا لباس پہننا اور سیاہ پگڑی باندھنا اور اس کے دونوں شملوں کو اپنے دونوں

[1] مرقاۃ المفاتیح جلد ۳ ص ۲۶۸۔

کا ندھوں کے درمیان لٹکانا مسنون ہے۔

وَقَدْ اَخْرَجَ اَبُوْدَاوُدُ وَالْمُصَنِّفُ فِی الْجَامِعِ بِسَنَدِهِمَا عَنْ شَیْخٍ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ یَقُوْلُ عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَدَلَهَا بَیْنَ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ۔

وَرَوَی ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ عَلِیٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اِنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَمَّمَهٗ بِعِمَامَتِهٖ وَاَسْدَلَ طَرَفَیْهَا عَلٰی مَنْكِبَیْهِ۔

وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ قَیْسٍ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مُعْتَمًّا قَدْ اَرْسَلَهَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَقَدْ ثَبَتَ فِی السِّیَرِ بِرِوَایَاتٍ صَحِیْحَةٍ - اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُرْخِیْ عَلَامَتَهٗ اَحْیَانًا بَیْنَ كَتِفَیْهِ وَاَحْیَانًا یَلْبَسُ الْعِمَامَةَ مِنْ غَیْرِ عَلَامَةٍ فَعُلِمَ اَنَّ الْاِتْیَانَ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ تِلْكَ الْاُمُوْرِ سُنَّةٌ۔ [1]

مصنف نے جامع میں اور ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ اہل مدینہ کے ایک شیخ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا، میں نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا عمامہ پہنایا اور اس کے شملے کو میرے آگے اور پیچھے لٹکایا۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا عمامہ پہنایا اور اس کے دونوں شملے میرے کندھوں پر ڈال دیے۔

شرح السنۃ میں ہے: محمد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو عمامہ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح جلد ۸ ص ۲۵۰

باندھے ہوئے دیکھا ہے، انہوں نے اس کے شملے کو اپنے آگے اور پیچھے لٹکا رکھا تھا۔
سیرت اور تاریخ کی بہت سی روایات سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اپنی پگڑی کے شملے کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیا کرتے تھے اور بعض اوقات شملے کے بغیر بھی عمامہ پہن لیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر طرز عمل مسنون ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ:۔

الف: جمعہ کے دن سیاہ پگڑی باندھنا اور اس کے شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا مسنون ہے۔

ب: کسی رنگ کی تعیین اور طول و عرض کا لحاظ کیے بغیر پگڑی باندھنا اور اس کے شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا مسنون ہے۔

ج: شملے کے بغیر عمامہ پہننا مسنون ہے۔

۲۔ آدمی کو برہنہ سر نہ رہنا چاہیے، وہ اپنے دور کے تمدنی اور موسمی حالات کے مطابق پگڑی یا ٹوپی پہنے یا کسی دوسری چیز سے سر کو ڈھانپے رکھے، اِلّا یہ کہ اسے کوئی مجبوری ہو، یا سر پر پہننے کے لیے اس کے پاس کوئی چیز نہ ہو۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس موضوع پر کوئی قولی حدیث مروی نہیں ہے لیکن فعلی احادیث تو موجود ہیں۔ شریعت کا مزاج اور رجحان معلوم کرنے کا ذریعہ صرف قولی احادیث نہیں بلکہ فعلی احادیث اور "تقریر" سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح حضورؐ کے اعمال و افعال سے بھی استشہاد کیا جا سکتا ہے۔ عمامہ کی روایات سے جو بات مترشح ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ آدمی کو برہنہ سر نہ رہنا چاہیے۔ رہا یہ سوال کہ وہ سر پر کیا پہنے؟

ہمارے نزدیک شریعت نے اس طرح کی کوئی پابندی عاید نہیں کی کہ لازماً ٹوپی پہنی چاہیے یا پگڑی باندھنی چاہیے یا یہ کہ پگڑی خاص طریقے سے باندھی جائے۔ شریعت نے اس کے رنگ اور طول و عرض کی مقدار متعین کر کے گھٹن پیدا نہیں کی۔ بس صرف اتنا سا مطالبہ ہے کہ

ؔ۱ فصول البدائع فی اصول الشرائع للشیخ محمد بن حمزہ۔

اُسے کسی نہ کسی چیز سے اپنا سر ڈھانپنا چاہیے، اس کا انحصار آدمی کے ذوق، حالات اور موسم پر ہے۔ البتہ اس اصول کو لازماً ملحوظ رکھنا پڑے گا کہ مسلمان کو مجموعی حیثیت سے لباس اور وضع قطع میں غیر مسلموں کی مشابہت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ مسلمان کو اپنے رہن سہن اور لباس میں وقار کے ساتھ رہنا چاہیے۔ سر ڈھانپنے میں جو وقار اور سنجیدگی ہے، وہ برہنہ سر رہنے میں نہیں ہے۔

اسلام کے گزشتہ دور میں ـــــ جو کہ چودہ صدیوں پر محیط ہے ـــــ مسلمانوں نے کبھی بھی چاہے وہ کسی ملک کے رہنے والے ہوں، اس طرح ننگے سر رہنے کو عرف نہیں بنایا بلکہ ہمیشہ اسے معیوب جانا گیا ہے، یہاں تک کہ کوئی نوجوان اپنے کسی بزرگ کے سامنے ننگے سر ہو کر آنے کی جسارت نہ کر سکتا تھا اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ معمر اور ڈاڑھی رکھنے والے دیندار بھی اس وضع کو اختیار کرتے ہیں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے!

(۲)

مئی کے ترجمان القرآن میں جناب پروفیسر آسی منیائی صاحب کے قلم سے میرے مضمون "ایک فراموش شدہ سنت" پر تبصرہ شائع ہوا ہے۔ اسلامی تہذیب کے نقطۂ نظر سے انہوں نے بڑی مفید اور کھری باتیں کی ہیں۔ لباس اور حیا کے بارے میں انہوں نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ میرے مضمون کا مرکزی موضوع بھی اسلامی تہذیب ہے، جس میں میں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ عہدِ حاضر کے نوجوانوں نے (بلکہ اُن کی دیکھا دیکھی بوڑھوں اور بچوں نے بھی) ننگے سر رہنے کی جس وبا کو قبول کیا ہے۔ (اور اب وہ خواتین میں بھی بڑے زور شور سے پھیل رہی ہے) اس کا اسلامی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام کی معاشرت اور تہذیب کا جو عکس ہمیں دورِ نبوی اور دورِ صحابہ بلکہ سلف صالحین میں نظر آتا ہے اس میں اس وبا کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم، صحابہ اور خیر القرون کی تمدنی زندگی میں سر کی پوشش کو خاص اہمیت حاصل تھی، بلکہ چودھویں صدی ہجری کے وسط تک اُمت مسلمہ کی تہذیب میں برہنہ سر رہنے کو سخت معیوب اور بے شرمی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

کلیسا کا نام لینے والوں نے سائنس اور عصری علوم کے بل بوتے پر مغرب میں مادر پدر آزاد تہذیب کو جنم دیا اور طویل عرصے تک پسماندہ اور منتشر قوموں کو غلام بنائے رکھا۔ آزادی کی تحریکیں چلیں اور کامیاب ہوئیں۔ اس کے نتیجہ میں بظاہر تو ہم انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو گئے لیکن فی الواقع فکری، نظریاتی اور ثقافتی اعتبار سے ان کی غلامی سے ہم چھٹکارا نہ پاسکے بلکہ مغربی تہذیب و تمدن کے زہر کو پینے کے لیے ہم سرپٹ دوڑتے نظر آتے ہیں۔ موجودہ حالات میں ہم زوال، پستی اور مرعوبیت کے دَور میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہر معاملے میں مغرب کی طرف دوڑتے ہیں، اُس کی ہر ادا کی تحسین کرتے ہیں۔ وہ دل کو لبھاتی ہے تو پھر اُس کی نقل اُتارتے ہیں۔ جب ہماری ملّت کی اکثریت اُسے اپنا لیتی ہے تو اُسے نہ صرف یہ کہ ہم دل و جان سے قبول کر لیتے ہیں بلکہ اُسے جائز اور برحق ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، اور تمنا یہ ہوتی ہے کہ اس ملّت کا کوئی فرد "ترقی کی اس نعمت" سے محروم نہ رہے۔ ننگے سر رہنے کی وبا (بشرطیکہ وہ صرف مردوں تک محدود رہے) فرنگی تہذیب کا ایک چھوٹا سا مچھر ہے۔ جو ناک کے راستے ہمارے دماغ میں جا گھسا ہے۔ ہماری کشادہ ظرفی اور دریا دلی کا تو یہ عالم ہے کہ "گندی تہذیب" کے بڑے بڑے ہاتھیوں کو ہم نے اپنے دل و دماغ میں جگہ دے رکھی ہے اور لگتا ہے کہ کچھ عرصے تک اس بے حیا تہذیب کی بچی کھچی خرابیوں اور غلاظتوں کی سرپرستی بلکہ پرستش شروع کر دی جائے گی۔

محترم فاضل تبصرہ نگار نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ سر کی پوشش فقہی سے زیادہ تمدنی مسئلہ ہے اور میں نے بھی اسلامی تہذیب و تمدن کے نقطۂ نظر ہی سے اس پر بحث کی تھی۔ برہنہ سر نماز پڑھنے کا مسئلہ تو ضمناً آگیا تھا۔ بعض دیندار اس مغالطے کا شکار ہیں کہ ننگے سر نماز پڑھنا مسنون ہے اس بنا پر اُن کی غلط فہمی کو دُور کرنے کے لیے عرض کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ

نے ہمیشہ سر ڈھانپ کر ہی نماز ادا کی ہے۔

حضورؐ نے زندگی میں ایک بار، یا کسی صحابی نے کبھی کسی خاص مجبوری کی وجہ سے برہنہ سر نماز ادا کی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی عذر کے بغیر، ٹوپی وغیرہ میسر ہونے کے باوجود ہمیشہ ننگے سر نماز پڑھنے کو معمول بنا لیا جائے اور اُسے مسنون بھی کہا جائے۔ حضورؐ نے ہمیشہ جس طرزِ عمل کو اختیار فرمایا، اُسے نظر انداز کر کے محض ایک آدھ موقع کی بات کو گرہ میں باندھ لینا اور ہمیشہ کے لیے اُسے معمول بنا لینا اتباعِ سنت کی کونسی قسم ہے؟

میرے نزدیک افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ نماز سر ڈھانپ کر ہی ادا کی جائے، اگر کوئی شخص برہنہ سر ہو کر نماز پڑھتا ہے یا امامت کرتا ہے تو اُسے جائز کہا جا سکتا ہے، اگرچہ بعض فقہا نے برہنہ سر ہو کر امامت کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

اصل میں میرے سامنے معاملہ صرف برہنہ سر ہو کر نماز پڑھنے کا نہیں، بلکہ اُس کی پشت پر مغربی تہذیب کا ایک سیلاب ہے جس میں ہم سب تنکوں کی طرح بہتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر لوگوں نے ننگے سر رہنے کو عرف نہ بنا لیا ہوتا اور سر ڈھانپ کر رہتے اور پھر اُن میں سے کچھ لوگ ننگے سر ہو کر نماز پڑھ لیتے تو ہم اُس کا نوٹس نہ لیتے۔ یہ بالکل معمولی بات تھی۔ مگر چونکہ مغربی تہذیب آج کل پورے زور سے اسلامی تہذیب پر یلغار کر رہی ہے، اس وجہ سے موجودہ تناظر میں اگر برہنہ سر ہو کر نماز ادا کرنے کو گوارا کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سر کی پوشش کی اہمیت اسلامی تہذیب و تمدن کے دائرے سے ہمیشہ کے لیے خارج ہو جائے۔

مَیں یہ تو نہیں کہتا کہ جو شخص ننگے سر ہو کر نماز ادا کرتا ہے، اُس کی نماز جائز نہیں ہے لیکن یہ بات تو مَیں بڑے وثوق سے عرض کر سکتا ہوں کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے دور اور سلفِ صالحین کے عہد میں نہ صرف یہ کہ لوگ عموماً ننگے سر ہو کر نماز نہ پڑھتے تھے، بلکہ وہ عام حالت میں بھی سر کو ڈھانپے رہتے۔ لہٰذا یہ سنت نبوی بھی ہے، سنتِ خلفائے راشدین بھی۔ اور سنتِ صحابہ بھی، لیکن "غیر حکمی" ہونے کی وجہ سے اسے ہم سنتِ غیر مؤکدہ یا فعلِ مندوب کہہ سکتے ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس معاملہ میں دورِ رسالت میں عملاً کوئی بڑا انحراف